افواہیں اور اُن کے مہلک اثرات

شرعی نقطۂ نگاہ سے ایک جائزہ

جناب محمد یوسف فاروقی صاحب

(۲)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عہدِ نبوی میں منافقین اور یہودی افواہیں پھیلانے اور اُمتِ مسلمہ کے مختلف طبقات کے درمیان منافرت پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے انصار و مہاجرین کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے علاقائی تعصب بھی اُبھارنے کی کوشش کی۔ انصار و مہاجرین کے درمیان خوشگوار تعلقات اور اسلامی اخوت و محبت نے مدینہ منورہ میں جو وحدت پیدا کر دی تھی۔ اس میں عبداللہ بن ابی کو اپنی سیاست چمکانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ باہمی نفرت پیدا کر کے اپنی قیادت کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔ غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کے بارے میں یہ دھمکی آمیز الفاظ کہے تھے:

لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون - آیت ۸)

"اگر ہم مدینہ لوٹ جائیں تو وہاں سے عزت والے لوگ بے حیثیت لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین کی حرکتوں پر کڑی نظر رکھتے تھے اور ان

کی تمام تخریبی حرکات کو اپنی حکمتِ عملی اور بصیرت سے غیر مؤثر بناتے رہے۔ منافقین کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور سرگوشی کے انداز میں آپ سے باتیں کرتے، ان کی سرگوشیوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ عام لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی اور قریبی تعلقات ہیں۔ یہ تاثر پیدا کرکے وہ جو باتیں رسول کریم کی طرف منسوب کرکے پھیلائیں گے عام لوگ اسے مان لیں گے۔ اسی طرح عام جگہوں پر کھڑے ہوکر سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے تھے، جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ کوئی خاص بات ہے جس کا صرف ان لوگوں کو علم ہے، یا شاید کوئی راز کی بات ہے جو انہیں معلوم ہوئی ہے۔ اس طرح ذہنی اور نفسیاتی طور پر راہ ہموار کی جاتی تھی۔ تاکہ جب کوئی افواہ پھیلائی جائے تو لوگ اس پر یقین کرلیں۔ یہ لوگ خفیہ اجتماعات بھی کرتے تھے۔ جس کا مقصد اپنی تخریبی پالیسیوں کا جائزہ لینا اور ان کو عملی شکل دینے کی تدابیر کرنا ہوتا تھا۔ قرآن حکیم نے منافقین کے خفیہ اجتماعات کے تین مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ گناہ کے کاموں، ظلم و زیادتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے لیے اس قسم کے اجلاس کرتے تھے۔ منافقین کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے قرآن حکیم نے سرگوشیاں کرنے اور رازداری کے انداز میں گفتگو کرنے پر منافقین پر پابندی لگا دی تاکہ یہ لوگ عام لوگوں میں کوئی غلط تاثر پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔

قرآن کریم نے فرعون کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ بہت غرور میں مبتلا تھا، اپنے اقتدار کی خاطر لوگوں میں نسلی امتیاز پیدا کرتا تھا۔ اور ان میں پھوٹ ڈال کر ان پر حکومت کرتا تھا۔

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ (القصص۔ آیت: ۴)

" فرعون نے زمین میں سر اٹھا رکھا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں

کو فرقوں میں تقسیم کر دیا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا، یقیناً وہ فساد برپا کرنے والوں میں تھا"۔

اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کے بھیانک جرائم کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اوپر ہم نے منافقین کی تخریبی حرکتوں کو بیان کیا ہے جن میں افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلانا بھی شامل ہے۔ سورۃ البقرہ میں منافقین کی ان حرکتوں کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝ (البقرہ ۲: ۱۱-۱۲)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کر رہے ہیں، خبردار! یہی لوگ فسادی ہیں، مگر انہیں شعور نہیں"۔

فساد اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ ۲: ۲۰۵)

"اور اللہ تعالیٰ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا"۔

اخلاقی نقطۂ نگاہ سے غور کریں تو بھی افواہیں پھیلانا بہت گھٹیا اور مذموم حرکت ہے، اس لیے کہ غیبت کرنا، تہمتیں لگانا، جھوٹ بولنا، لوگوں کی کردار کشی کرنا اور تحقیر و تذلیل نہ صرف گناہ کبیرہ ہیں، بلکہ وہ برائیاں ہیں جنہیں تمام اخلاقی نظام غیر اخلاقی حرکت تصور کر کے رد کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ افواہیں پھیلانے میں ان تمام برائیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اسلام کا اخلاقی ضابطہ تو ایسے کردار کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے جس کی بنیاد صداقت، امانت و دیانت داری، باہمی اخلاص و محبت، اعتماد اور عدل و انصاف پر ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان فطرتاً اچھا ہے بدگمانی گناہ ہے۔ حدیثِ نبوی میں ہے کہ اہلِ ایمان کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔ بلاوجہ تجسس اور عیب جوئی بھی جائز نہیں ہے۔

ہماری اس بحث اور گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن وسنت کی رو سے افواہیں پھیلانا یا بے بنیاد خبریں شائع کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اس قسم کی حرکتوں میں جو لوگ ملوث ہوں گے وہ جرم میں ملوث تصور کیے جائیں گے۔ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ قرآن وسنت میں جہاں اس قسم کی مذموم حرکتوں پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ وہاں مملکت کے عام اور ذمہ دار شہریوں پر بھی یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ بھی افواہوں کی روک تھام میں اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ افواہیں پھیلانے والوں پر کڑی نظر رکھیں۔ ان کی پھیلائی ہوئی باتوں کو خود بیان کرکے نہ پھیلائیں۔ اور اگر کوئی خبر ایسی ہے جس کا تعلق ملک وملت کی سلامتی سے ہے تو فوری طور پر ارباب حل وعقد کو مطلع کرکے افواہوں کی روک تھام اور ملک وملت کی سلامتی کے معاملات میں ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔

افواہوں کی روک تھام میں حکومت کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ خاص طور پر نشرواشاعت کے وہ ادارے جو حکومت کی زیرنگرانی کام کررہے ہیں۔ مثلاً ریڈیو یا ٹیلی ویژن وغیرہ، اس سلسلہ میں سب سے اہم کام یہ کرنا ہوگا کہ یہ ادارے عوام میں اپنا اعتماد پیدا کریں تاکہ لوگ ان اداروں کی مہیا کردہ اطلاعات پر بھروسہ کرسکیں۔ یہ ادارے کردار سازی کا تو کام کریں، لیکن کردارکشی کے لیے استعمال نہ ہوں۔ ان اداروں پر اعتماد بحال ہونے سے افواہ سازوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

ہماری ملکی اور ملی صحافت پر بھی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے بعض اخبارات کا طرز عمل تو بہت ہی غیر محتاط ہوتا ہے۔ وہ غیر مصدقہ اور بے بنیاد خبریں شائع کرکے معاشرہ اور مملکت دونوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اخبارات کو چاہیے کہ وہ ایسی خبریں جن کا براہ راست اثر ملک وملت پر پڑتا ہو یا جن سے ہمارے ملی ادارے متاثر ہوتے ہوں یا افراد کے کردار پر ان کا اثر پڑتا ہو، بلاتحقیق شائع نہ کریں، بلکہ اچھی طرح چھان بین کرکے پورے اطمینان کے

(باقی برصفحہ ۵)